قرآنی اقدامِ انقلاب

مولانا عبید اللہ سندھیؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

حرف اول

قرآن حکیم جس ہمہ گیر انقلاب کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اس نے حزب و تنظیم کی اہمیت کو واضح کیا ہے ۔ اور تاریخ انسانی اس قرآنی حقیقت کو ثابت کرتی آ رہی ہے کہ انقلابات عالم کے پیچھے ایک منظم حزب و جماعت کا اساسی اور بنیادی کردار ہوتا ہے ۔ قرآنی انقلاب کی جماعت اعلیٰ مقاصد کی خاطر رجعت پسند طاقتوں سے محاذ آرائی کو ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر قبول کرتی ہے ۔ چنانچہ معروضی حالات کے تحت وہ دفاعی حکمت عملی اور پیش قدمی کی پالیسی دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرتی ہے ۔

برعظیم ہند میں انگریزی استعمار کے دور میں بعض مسلم زعماء نے اس خیال کو عام کرنے کی کوشش کی کہ اسلام میں محض دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی ہے ۔ یہ سوچ ذہنی مرعوبیت اور فکری پراگندگی کا مظہر ہے اور قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ دونوں اس کی تردید کرتے ہیں ۔ چنانچہ زیر نظر سورت الحشر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اقدامی جنگ (غزوہ بنی نضیر ۴ ھ) ہی کا ذکر ہے اور یہ قرآن حکیم کے انقلابی ہونے کی ایک واضح اور بین مثال ہے ۔

یہاں معذرت کے ساتھ یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ تفسیر جس مسودے سے نقل کی گئی ہے اس کے آخری صفحہ کی چند سطور کرم خوردہ ہونے کے باعث ہم قارئین کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں ۔ ہمیں متبادل مسودے کی تلاش ہے جونہی ان سطور کا علم ہوا اگلے ایڈیشن میں انہیں شامل اشاعت کر دیا جائے گا ۔

چیئرمین

فہرست

نام پمفلٹ	قرآنی اقدام انقلاب
افادات	مولانا عبید اللہ سندھیؒ
ترتیب	غازی خدا بخش و شیخ بشیر احمد
طبع اول	
قیمت	۱۲/- روپے
طابع	خالد پرنٹنگ پریس اردو بازار سرگودھا

٥

غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ۴ھ میں غزوہ احد اور بیر معونہ کے بعد ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنی کلاب کے دو اشخاص کا قتل ہو گیا۔ یہ قبیلہ چونکہ بنی نضیر کا حلیف تھا (بنو نضیر یہود کے تین قبائل میں سے ایک تھا) اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی دیت (خون بہا کی رقم) سے متعلق گفتگو کرنے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضٰی سمیت کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھا دیا' بعد ازیں یہ سازش تیار کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا کر آپ کو قتل کر دیا جائے اس منصوبہ کی بذریعہ وحی اطلاع ملتے ہی آپ وہاں سے فوراً خاموشی سے چلے آئے آپ کے جانے کی اطلاع پا کر صحابہ کرام بھی چلے آئے' آپ نے ان کو بنو نضیر کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنو نضیر کو دس دن کے اندر مضافات مدینہ خالی کرنے کا حکم دے دیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ اس مدت کے بعد تم میں سے جو شخص علاقہ میں پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ جانے پر آمادہ تھے لیکن حزب منافقین کے سربراہ عبداللہ بن ابی نے یقین دہانی کرائی کہ اس کی جماعت کے دو ہزار ارکان امداد کے لئے تیار ہیں۔ حتیٰ کہ قلعہ بند ہونے کی صورت میں قلعہ کے اندر ایک ساتھ مرنے پر بھی کمربستہ ہیں۔ اس کے علاوہ بنو قریظہ کا گروپ اور بنو غطفان کا گروہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لہٰذا نبوی حکم کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر بنو نضیر نے مضافات مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

اس ہٹ دھرمی کے جواب میں آپ نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ام المکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فوج کا علم دیا۔ چنانچہ بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور منافقین' بنو

قریظہ اور بنو غطفان میں سے کسی نے بنو نضیر کا ساتھ نہ دیا ۔ بالآخر بنو نضیر نے اپنے مکانات اور قلعہ چھوڑ کر باہر جانے پر آمادگی ظاہر کر دی ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ آلات حرب کے سوا اونٹ پر جس قدر اسباب لادا جا سکے اس کو معہ اہل و عیال لے کر علاقہ خالی کردیں ۔ چنانچہ یہ لوگ خیبر منتقل ہو گئے ۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ سورہ حشر 'سورۃ النضیر ہے ۔

(ماخوذ از اصح السیر)

موضوع

سورۃ المجادلہ میں حزب اللہ کی جس تشکیل کا ذکر آیا ہے وہ منافقین کی سازشوں کی روک تھام کے لئے ہے ۔ اب اس کے ساتھ حربی قوت کا نظام بھی ملا دیجئے تو یہی حزب اللہ سیاسی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ہی حربی حریفوں کا مقابلہ بھی کرے گا ۔ سورۃ الحشر میں حزب اللہ کی اس جدید توسیع کا ذکر ہے ۔

حزب کا سیاسی ارتقاء

جب ایک حزب ایک خاص نظریئے پر قائم ہو جاتا ہے وہ اندرونی مزاحمتوں کو بھی دور کرتا ہے اور بیرونی حملوں کو برداشت کر کے ان کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے ۔ اس قسم کے حزب کے مرتب ہوتے ہی اس کا اپنے مخالف نظریات کے احزاب کے ساتھ اعلان جنگ ہو جاتا ہے ۔ وہ دنیا میں صرف اپنی ہستی اور اپنے ساتھیوں کی ہستی برداشت کرتا ہے مثلاً جو حزب اس حزب کی قیادت کو تسلیم کر لے اسے تو وہ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے مگر کسی خود مختار مخالف حزب کی ہستی کو برداشت نہیں کر سکتا ۔ اس لئے مخالف احزاب کی مخالفت کرنا اس کا فرض ہو جاتا ہے ۔ ان مخالف احزاب کے خلاف اعلان جنگ کرنا اس کی طبعی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ لڑائی کا موقعہ ملے ۔ یا نہ ملے سیاسی احزاب کے ارتقاء کا یہ فلسفہ ہے ۔

حزب اللہ کی تاسیس مکہ معظمہ میں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزب مکہ معظمہ میں پیدا ہوا، وہاں وہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ چند آدمیوں سے زیادہ اس کے ماننے والے نہ تھے بایں ہمہ ایک دنیا ان کے نام سے کانپ رہی تھی۔ چنانچہ اس حزب کو فنا کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی متابعت میں حنیفی دین کو قائم کرنے کا دعویٰ کرتا تھا اور کسی مخالف قوت کو نہیں مانتا تھا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ تھی۔ یہ حزب مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے اپنا نظام مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے فی الحال طرح دیتا جاتا تھا۔ جس نے مخالفت کی یا ضد اس سے ہٹ گئے یہ ان کی سیاسی پالیسی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ ان کے نزدیک لڑنا جائز نہ تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ لوگوں نے خواہش کی کہ لڑنے کی اجازت مل جائے۔ مگر قرآن نے اس وقت یہی حکم دیا کہ کفوا ایدیکم (اپنے ہاتھ روک کر رکھو) اس سے بھی واضح سند یہ ہے کہ سورۃ کافرون مکی سورت ہے اور وہ تمام دنیا کے مخالفین کے لئے الٹی میٹم ہے کہ تم سے صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ دین کے اندر سیاست "کیسے ترقی کرتی ہے" کے سیاسی اصول پر مطالعہ نہیں کرتے بلکہ سب چیزوں کو اخلاقی نقطہ نگاہ سے حل کرنا چاہتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قرآن حکیم کی تعلیم کو منظم طور پر کبھی بھی سمجھا نہیں سکتے۔

حزب اللہ مدینہ منورہ میں

حزب اللہ جس کی بنیاد مکہ معظمہ میں رکھی گئی تھی اب اپنا مرکز بدل کر مدینہ منورہ میں جمع ہوتا ہے۔ وہ یہاں نسبتاً آزاد ہے۔ یہاں کمزور طاقتوں نے حزب اللہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سورۃ مجادلہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی کہ ان مخالفین کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا تو یہ اس نئی سوسائٹی کو کھا جائیں گے اس پر مسلمان سنبھلے اور منافقین ڈر گئے۔

منافقین سے مقابلہ

منافقین جس طاقت کے بل بوتے پر باتیں بناتے تھے وہ یہود کی طاقت تھی جن کے قریب پاس ہی تھے ۔ ادھر حجاز کی تمام سرمایہ داری یہود کے قبضے میں تھی ۔ اور جاہلیت میں قریش بھی تاجر ہونے کی حیثیت میں سرمایہ داری سے کسی قدر انس پیدا کر چکے تھے ۔ اس لئے یہود اور قریش ہم پیشگی کی وجہ سے آپس میں ملتے رہتے تھے ۔ اب ان لوگوں نے ادھر تو مدینہ میں مسلمانوں کے گھروں میں فساد ڈلوانے کے لئے خفیہ سازشیں شروع کر دیں ۔ اور ادھر کسریٰ و قیصر تک اپنے پیام پہنچانے شروع کر دیئے ۔ اب اس سیاسی پارٹی کا جو اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہو ایسی حالت میں صبر سے بیٹھے رہنا جائز نہ تھا ۔ اگر مخالفین حملہ نہیں کرتے تو یہ سیاسی حزب حملہ کرے گا ۔ یہ ہے وہ حملہ جسے اول الحشر (۵۹:۲) کہا گیا (غزوہ بنی نضیر ۴ھ کا واقعہ ہے) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ پہلا اقدامی حملہ تھا ۔ اس سے پہلے جتنی جنگیں تھیں وہ سب مدافعانہ تھیں ۔ بعض لوگوں نے صرف ان مدافعانہ جنگوں سے قاعدہ بنا لیا کہ حزب اللہ کا کام صرف مدافعانہ جنگ کرنا ہے ۔ یہ لوگ ان اقدامی جنگوں کو بھی دیکھیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے کیں (غزوہ بنی نضیر اس قسم کی اقدامی جنگوں کی پہلی مثال ہے)

کیا اسلامی جنگ مدافعانہ ہے

مسلمانوں میں قدیم سے ایسی جماعتیں چلی آتی ہیں جو اسلام کا نام تو لیتی ہیں مگر اس کی سیاست نہیں سمجھتیں ۔ ایسی جماعتوں کے لوگ اسلام کی تعلیم کو فقط اخلاقیات میں منحصر کر دیتے ہیں اور سیاسی تقدم کو ایسی شرطوں کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں جن کا تحقق ناممکن ہے ۔ اسی طرح وہ قوم کو مار دیتے ہیں ۔ اس قسم کی جماعتیں جہاں کہیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں انہوں نے فائدے کی بہ نسبت نقصان زیادہ پہنچایا ۔

پاک و ہند میں انگریزی غلبے کے بعد مسلمانوں میں دو تحریکیں چلائی گئیں ۔

بعض نے قرآنی حکمت نہ سمجھتے ہوئے اس خیال کی تائید کی کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعانہ رہی ہیں ۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اسلام نے کبھی حملہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مدافعت ہی کی ہے ۔ اس پر بہت کچھ لکھا گیا ۔

قرآن حکیم کی آیت ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ط سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام پیش کرتا ہے ۔چنانچہ ایک جماعت کی صورت میں انقلابی ذہنیت والے استاد ہر طبقے میں موجود رہے ۔ مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا انقلابی تخیل ان میں پایا گیا ۔

اسلام اور جنگ

الغرض انقلابی جماعت دیکھے گی کہ وہ مخالفوں کا مقابلہ کر سکتی ہے تو وہ اقدامی حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی ۔ اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا کہ حملہ کرنے میں پیش قدمی کرنا یا مدافعت پر اکتفا کرنا یہ دوسرے درجے کی چیز ہے ۔ اس کا فیصلہ کرنا قائد لشکر کا کام ہے ۔ یہ اصولی بحث نہیں ہے ۔ کمانڈر اپنی فوج کی حالت کے مطابق مدافعت ہی کو کافی سمجھے گا تو فقط مدافعت ہی کرے گا اور اگر حملہ کرنا ضروری خیال کرے گا تو حملہ کرنے میں پیش قدمی کرے گا ۔

باقی مذہبی پروگرام دو طریقوں پر چل رہے ہیں ۔ بعض مذاہب وہ ہیں جو لڑنا اور حملہ کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں سمجھتے جیسے بدھ دھرم والے جو اصولاً اہنسا کے قائل ہیں اور جنگ کو کسی شکل میں بھی جائز نہیں سمجھتے ۔

دوسرے وہ مذاہب ہیں جن کے نزدیک حسب ضرورت لڑنا جائز ہے ۔

پس اصولی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے نزدیک جنگ جائز ہے یا نہیں ۔ اس معیار کے مطابق قرآن حکیم جنگ کو بالکل جائز رکھتا ہے ۔ قرآن حکیم ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کا زبردست حامی ہے ۔ قران فقط انقلابیوں کی چیز ہے جو مناسب موقع پر اپنے انقلاب کی کامیابی کے لئے لڑنا جائز سمجھتے ہیں ۔

تفسیر سورۃ الحشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ سبح للہ ما فی السموت و ما فی الارض و ھوا العزیز الحکیم

سورۃ مجادلہ کے ساتھ ربط

سورۃ مجادلہ میں مسلمانوں کو حزب اللہ کی تنظیم جدید کی جو دعوت دی گئی تھی اور جس کی توسیع کی طرف اس سورۃ (الحشر نمبر۵۸) میں ان کی توجہ دلائی گئی ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ اس کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمان کا نظام اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ اپنے کام پورے غلبے اور حکمت کی ساتھ چلا رہا ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو حزب اللہ کی توسیع کے ذریعے سے غلبہ (عزت) دینا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ یہ حکیمانہ تعلیم انہیں دے رہا ہے۔

۲۔ ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتب من دیار ھم لا ول الحشر ○ ما ظننتم ان یخرجوا و ظنوا انھم ما نعتھم حصو نھم من اللہ فاتھم اللہ من حیث لم یحتسبوا و قذف فی قلو بھم الرعب یخربون بیو تھم باید یھم واید المومنین۔ فاعتبروایااولی الابصار

یہود کی شکست اور اپنے ہاتھوں تخریب

خدا کا عزیز اور حکیم ہونا یوں ظاہر ہوتا ہے کہ حزب اللہ کے قیام کے بعد پہلے ہی اجتماع عسکری اور اقدامی حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے فضل سے یہود کو اپنے گھروں سے نکل جانا پڑا۔ مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہودی نکلیں گے نہیں اور خود یہودی بھی اپنے قلعہ نما مکانوں میں اپنے آپ کو محفوظ اور مستحکم سمجھتے تھے۔ مگر اللہ نے مسلمانوں کی دھاک ان کے دلوں میں بٹھا دی اور یہود نے خود ہی اپنے مکانوں کو گرانا شروع کر دیا اور اس تخریب .... Scorched earth policy میں

وہ حکمت الٰہی کام کرتی تھی جو مسلمانوں کو عزت اور یہودیوں کو ذلت دینا چاہتی تھی ۔ مسلمانوں نے بھی ان یہودیوں کو برباد کیا اور ان کے قلعوں کے توڑنے پھوڑنے میں کمی نہ کی ۔

فاعتبروایا اولی الابصار

اے آنکھوں والو! اس سے عبرت حاصل کرو ۔

مسلمانوں کے لئے عبرت

یعنی مسلمانوں میں ایسی جماعت کبھی پیدا نہ ہونے دی جائے ۔ اس لئے یہودی تورات پر ایمان رکھتے تھے اور مسلمان قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور قرآن حکیم اور تورات حقیقت میں ایک ہی چیز ہے ۔ جب تورات کے ماننے والوں نے اپنے آپ کو تورات سے بعید کر لیا تو ان کا یہ حال ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنے گھربار برباد کرنے پر مجبور ہو گئے ۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ۔ وہ دنیا میں انقلابی کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں اور خدا نے انہیں کامیاب ہونے کا موقعہ دیا ہے ۔ اگر وہ اس انقلاب سے پیچھے ہٹیں گے تو دوسری قومیں ان سے ضرور انتقام لیں گی ۔ پس ایسی حالت کبھی پیدا ہی نہ ہونے دی جائے ۔

۳۔ ولولا ان کتب اللہ علیھم الجلاء لعذبھم فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب النار

یہود کی جلاوطنی

تورات میں یہود کو بتایا گیا تھا کہ اگر تم نے تورات کے احکام کی خلاف ورزی پر ضد کی تو تم سے حکومت چھین لی جائے گی ۔ اور پھر یا تو تم جلا وطن کر دیئے جاؤ گے یا قتل کر دیئے جاؤ گے ان دونوں باتوں میں سے ایک کا متحقق ہونا ضروری ہے ۔

بنی نضیر کو تورات کی دو سزاؤں میں سے ہلکی سزا دی گئی ۔ پس اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہو گا کہ "اگر اللہ نے انہیں جلا وطن کرنا نہ لکھ دیا ہوتا" ۔

اکثر تفاسیر پڑھنے والے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ حکم جلا وطنی خاص طور پر ان

یہودیوں کے لئے تھا۔ مگر ہم یوں سمجھتے ہیں کہ تورات میں دو سزاؤں میں سے ایک کا ملنا متحقق ہے یعنی جلاوطنی یا قتل ۔ اس لئے ایک کا ترجمہ یوں کریں گے کہ "اگر ان یہود کو تورات کی خلاف ورزی کی پاداش میں سزا دینے میں جلاوطنی داخل نہ ہوتی تو قتل کر دیئے جاتے مگر چونکہ قتل کی متبادل سزا جلاوطنی بھی تھی اس لئے ان کو جلاوطنی ہی کی سزا دی گئی جو دونوں میں سے نرم سزا تھی" مسلمانوں کی حالت کے اس وقت یعنی مناسب سزا تھی جو وہ دے سکتے تھے ۔

دنیاوی عذاب

اگر یہود اپنے شقاق کے بعد مدینے میں رہتے تو ضرور قتل کر دیئے جاتے .... ولعذبھم فی الدنیا اب مسلمانوں کے تمکن کے بعد ان کا مدینے میں رہنا دشوار تھا ۔ انقلاب کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ مخالف فکر کو برداشت نہیں کرتا ۔

اخرجوا الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب سے مراد حجاز علی سبیل الوجوب ہے اور باقی عرب سدالذریعہ ہے ۔

۴۔ ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب

جلاوطنی کیوں ؟

ان کو یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے نہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بلکہ تورات کے احکام کی خلاف ورزی بھی کی۔ جو لوگ خدا کے احکام کی نافرمانی کریں ان کو خدا تعالیٰ سخت سزا دیا کرتا ہے ۔

۵۔ ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ و لیخزی الفسقین

میدان جنگ میں صحیح فیصلہ

مسلمانوں نے یہودیوں کے بعض درخت کاٹ ڈالے اور بعض یونہی چھوڑ دیئے ۔ اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ کاٹنا ضروری تھا یا چھوڑنا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ دونوں ہی درست ہیں پس میدان جنگ میں کام کرنے والے

لوگ جو فیصلہ بھی کریں صحیح مانا جاتا ہے اس پر تنقید کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ فوج کی ایک کمپنی ایک طرف سے حملہ کرتی ہے اور دوسری دوسری طرف سے، ان کے کمانڈر کی اپنی ہی کمپنیوں کو جو حکم دیتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ ان پر یہ بحث کرنا کہ فلاں نے درست حکم دیا اور فلاں نے غلط یہ اصول جنگ کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے فباذن اللہ کا یعنی جنگ کا جو قانون اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کو دیا ہے یہ اس کے اندر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو اللہ نے کاٹنے کا حکم دیا اور کسی کو نہ کاٹنے کا۔ اللہ حزب اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو اللہ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

نمبر۶ وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شی قدیر ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل کی لا یکون دولتہ بین الاغنیاء منکم وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ○ تا نمبر۱۰ انک روف الرحیم

الحشر کا اصل موضوع

یہ آیات اس سورۃ (الحشر) کا مبحث اصلی ہیں سورہ مجادلہ میں صحیح اصول عقلی اور اخلاق فاضلہ کی بنا پر حزب اللہ کے قیام کی توضیح کی گئی تھی مگر ایسی جماعت اموال و اقتصادیات کے اشتراک کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں حزب اللہ کے فنڈ کی تشریح کی گئی ہے۔

یہود جب خارج البلد ہوئے تو وہ تمام اٹھانے کے قابل چیزیں لے گئے۔ اور اراضی اور چاہات (کنوئیں) باقی رہ گئے یہ چونکہ لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے تھے اس لئے ان کو فے کا مال قرار دیا گیا۔ ان آیات نمبر (۶ تا نمبر۱۰) میں مال فے کی تقسیم کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔

مال غنیمت کی تقسیم سورہ انفال میں کی گئی ہے اور مال فے کی تقسیم اس سورت (الحشر) میں کی گئی ہے۔

فے کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چونکہ تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر یہ مال حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے دلوں میں رعب ڈال دیا (اس رعب میں ان مسلمانوں کا بھی کچھ اثر ہے جو اس وقت جنگ میں شریک نہیں ہیں) اس لئے اس طرح حاصل شدہ مال فقط سپاہیوں کا حق نہیں ہو گا بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہو گا۔

فے کی اراضی کس کی ہیں

اپنے رسولوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ غالب کرتا ہے۔ وہ اس فتح کا معاوضہ اپنی ذات کے لئے نہیں چاہتے کہ اب یہ زمین ہماری ملکیت ہو گئی بلکہ اب وہ اس حزب اللہ کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اس حزب اللہ نے اپنے اپنے تھوڑے تھوڑے صدقات سے مالی اساس قائم کیا تھا۔ (المجادلہ ۱۴)

اب خدا نے اپنے فضل سے زمین دے دی۔ یہ زمین اس حزب کے ہاتھ میں رہے گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ حزب اللہ کی ترقی کی رفتار ہے یعنی پہلے حملہ کرنا جائز ہو گیا اور نیز فتوحات میں سے اجتماعی فائدہ پہنچا۔ پہلی فتوحات میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اب وہ اجتماعی حق بن گیا۔

انقلاب کی حقیقت

یہ ہے انقلابی قوت اس کا نام لڑائی نہیں ہے اس کا نام انقلاب ہے لڑائی تو لڑائی کے اصولوں پر لڑی جائے گی۔ اور سپاہیوں کو مال غنیمت دیا جائے گا یا تنخواہ دی جائے گی۔ مگر انقلاب میں فقط میدان جنگ میں لڑنے والا حصہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ نہ لڑنے والا حصہ بھی کام کرتا ہے۔ مثلاً وہ پروپیگنڈہ کر کے فوجوں کی مدد کرتا ہے یہ جو مخالفین کے دلوں میں رعب پڑا یہ پروپیگنڈہ کرنے والے حصے کی برکت سمجھنی چاہئے اسی کی طرف آیت نمبر ۵ میں اشارہ ہے کہ کاٹنا اور نہ کاٹنا دونوں جائز ہیں کیونکہ لڑنے والا حصہ فوجی ضرورت کے پیش نظر درختوں کو کاٹتا ہے۔ اور نہ لڑنے والا حصہ

مستقبل کے استفادے کے پیش نظر نہیں کاٹتا۔

نمبر ۷۔ ماافاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین و ابن السبیل کی لایکون دولہ بین الاغنیاء منکم وما اتیکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب

مال فے کے پانچ حصے

مال فے کے مندرجہ ذیل پانچ حصے ہوں گے

للہ تبرکاً

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ رہیں

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ بحیثیت رسالتہ

(۱) (ا) للفقراء المھجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم

(۲) والذین تبوء الدارا والایمان من قبلھم یحبون من ھاجرالیھم

(ب) والذین جاء و من بعد ھم

(۳) والیتمیٰ

(۴) والمساکین

(۵) وابن السبیل

اللہ کا حصہ تبرکاً

للہ : یہ تبرکاً ہے۔ گویا مال فے کسی کا ذاتی اور شخصی حق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اللہ ہی کا سب کچھ ہے۔ کیونکہ بادشاہی اللہ کی ہے۔ زمین اللہ کی ہے۔ اس لئے ملکیت بھی اللہ کی ہے۔ پس اللہ کے بندوں کو تغلب دکھانے کا کون سا موقع ہے۔

اس کے بعد مال فے کے عملی طور پر پانچ حصے کئے گئے۔

رسول اللہ کا حصہ: آپ کے بعد کس کا؟

(۱) ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ خاندان نبوی اور ذوالقربیٰ

ہوئے جو اس حصہ میں سے حصہ پائیں گے ۔ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بعد ان کا جانشین ان کے حصے کا حقدار ہے یا نہیں ؟ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے اپنے آپ کو اس حصے کا حقدار مقرر نہیں کیا مگر سیدنا حضرت عثمانؓ نے حصے کا مالک قرار دیا ۔

ذوی القربیٰ ؟

(۲) ذی القربیٰ: یعنی وہ لوگ جو رسالت میں شریک کار ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پارٹی کے لوگ ہیں ۔ یہ آپ کے شخصی رشتہ دار نہیں ہیں ۔ شخصی رشتہ داروں کو آپؐ کے حصے میں سے ملے گا ۔ پس ذوی القربیٰ سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سٹاف ہے ۔ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار وہ ہے جو آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے جتنا وہ اپنے ماں باپ سے کرتا ہے ۔

لا یوءمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین (الحدیث)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اپنوں کا سا معاملہ کریں گے اور ان کی حاجات کی کفالت ذی القربیٰ کی طرح کریں گے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فاطمتہ الزہراؓ نے خادمہ طلب کی تو فرمایا کہ انصار کے یتیموں کو تم سے زیادہ ضرورت ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پارٹی کی ضرورت

اگر کتاب الہیٰ کی اشاعت کو پارٹی پروگرام میں منضبط کر لیا جائے ' جیسے ہم سورہ مجادلہ میں حزب اللہ کی تاسیس سے استنباط کر چکے ہیں اور انسانی عقلمند جماعتوں کا فیصلہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ کوئی انقلاب پارٹی کی آمریت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا 'تو انبیاء کرام کی کامیابی کو ان کی پارٹیوں کی کامیابی تسلیم کرنا پڑے گا ۔ انبیاء کرام اپنی پارٹیوں کے لیڈر ہوتے ہیں اس لئے دنیا غلطی سے رہنما کو ڈکٹیٹر سمجھ لیتی ہے ۔ حقیقت میں کوئی نبی اپنے انقلابی رفقا کی کامیابی کے بغیر کامیاب نہیں ہوا ۔ بڑے بڑے الوالعزم نبی اپنے رفقاء کی کمزوری کے سبب اپنی تعلیمات کے نتائج نہ دیکھ سکے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے ۔ حضرت موسیٰؑ بذات خود

بڑے اولوالعزم نبی تھے اور ان کی نظیر تاریخ میں بہت کم ملتی ہے ۔ مگر ان کے رفقاء کی کمزوری سے انہیں بے حد تکالیف پیش آئیں اور منزل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ چنانچہ سورۃ المائدہ آیت نمبر۲۶ ملاحظہ ہو ۔

قال فانها محرمتہ علیہم اربعین سنۃ یتیھون فی الارض فلا تاس علی القوم الفٰسقین

ترجمہ = فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس حرام کی گئی ہے ۔ اس ملک میں سرگرداں پھریں گے ۔ سو تو نافرمان قوم پر افسوس نہ کر

شیخ التفسیر استاذی المکرم حضرت مولانا احمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت پر ربط آیات میں تحریر فرمایا اگر یہ (بنی اسرائیل ایسے ہی ڈرپوک اور بے حس ہو گئے ہیں تو ان کو ارض مقدس کی بادشاہی دینے سے کیا نفع ہو گا ؟ لہٰذا سزا کے طور پر یہ چالیس سال یہاں جنگل میں پھریں تاکہ بے غیرت اور بے حس بڈھے مرجائیں اور ایک نئی نسل غیور اور حریت پسند پیدا ہو ۔ وہ جاکر اپنے آبائی ملک پر قبضہ جما لے ۔

ادھر قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو الذین معہ کی کامیابی پر منحصر کرتا ہے ۔

(ا) لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولٰئک لھم الخیرات واولٰئک ھم المفلحون اعد اللہ لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ذلک الفوز العظیم

(سورۃ التوبہ آیت صف ۸۸ ، ۸۹)

ترجمہ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور انہیں لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے ۔ یہی بڑی کامیابی ہے ۔

(ب) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً ۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود تا اجراً عظیما

ترجمہ = محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں ۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں ۔ اللہ کا

فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں ۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدے کا نشان ہے ۔ یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے ۔ مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا ۔ پھر موٹی ہو گئی ۔ پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی ۔ کسانوں کو خوش کرنے لگی ۔ تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے ۔ اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ کون ہیں

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی کامیابی ان کے حزب کی کامیابی ہی ہوتی ہے اس کے بعد اگر یہ پوچھا جائے کہ رسول ؐ کے ذوی القربیٰ کون ہیں ؟ تو بلا تامل یہی جواب دیا جائے گا کہ " اس ؐ کی پارٹی کے ممبر ۔ " مگر ایک ایسا آدمی جس نے انبیاء کی کامیابی کا اس نقطہ نگاہ سے مطالعہ نہیں کیا ۔ کہے گا "رسول اللہؐ کے شخصی رشتہ دار"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قربیٰ

نبی اکرم کے نسبی رشتہ دار اولاد بنی ہاشم اور پھر اولاد علیؓ اور اولاد عباسؓ ان کی سیاست کا مخصوص انداز یہی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے طریق پر خلافت قائم کر کے آپ اس کے مرکز میں آنا چاہتے تھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استحقاق کی ہرگز صراحت نہیں فرمائی ۔ بنی امیہ کی خلافت کے زمانے میں بنی ہاشم حزب مخالف کی حیثیت اختیار کر چکے تھے ۔ اب انہوں نے جماعت کے ذریعے سے کوشش کی اور کامیاب ہوئے ۔ کامیابی کے بعد دو حصے ہو گئے (۱) بنی عباس (۲) علویین

نسبی قربیٰ کسی ترجیحی حق کے مستحق نہیں

بنی عباس نے مرکزی خلافت پر قبضہ کر لیا اور علویین نے اطراف مملکت پر ۔
علویین آیت قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا مودۃ فی القربیٰ (سورہ الشوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ) = کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی محبت کے) .....

میں ذوی القربیٰ سے اپنی ذات مراد لیتے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجر یہ ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی حکومت قیامت تک تمام مسلمانوں کے گلے میں پڑی رہے خواہ وہ حکومت کیسی ہی کیوں نہ ہو ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کا اجر یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے اقربا سے محبت سے پیش آنے لگیں ۔

واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا

سورۃ النساء آیت نمبرا

شریعت اسلامیہ کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ دعوۃ الی اللہ ہے اللہ کے احکام کا اتباع ہے اور ان کا انصاف کے ساتھ قیام ہے ۔ شریعت الہیہ کا دوسرا جزو اعظم جو اس سے متفرع ہوتا ہے صلہ رحمی ہے یعنی اہل حق کے حقوق بے کم و کاست ادا کئے جائیں انسانی فطرت اسی پر مجبور ہے اور قرآن حکیم اس فطرت انسانی ہی کے تقاضے پورا کرنے کی تعلیم دیتا ہے اگر یہ فطرت خراب ہو جائے تو انسانیت خراب ہو جاتی ہے ۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرماتے ہیں کہ میری رسالت کا اجر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم آپس میں صلہ رحمی کرو اور اس باب میں گمراہی میں مبتلا نہ ہو جاؤ اس ایت میں اس امر کی طرف اشارہ موجود نہیں ہے کہ مودۃ فی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مودۃ ہے ۔

مودۃ فی القربیٰ کا اصل مفہوم

اس دعوت کی کہ لوگ اپنے اپنے اقربا کے حقوق ادا کریں یہ حکمت تھی کہ لوگ اس پر مطمئن تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں ہمارا ہی نفع ہے ۔ پس اہل بیت اور سب مائیں اس دعوت کو سنتی تھیں کیونکہ قطع رحم سے سب سے زیادہ نقصان امہات ہی کو پہنچ سکتا ہے ۔ جب انہوں

نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ و سعی اصلاح کا اس کے سوا اور کوئی اجر طلب نہیں کرتے کہ ہماری اولاد ہماری خدمت کرے تو وہ اسلام کی طرف زیادہ مائل ہو جاتی تھیں۔ جو شخص مکہ معظمہ میں اسلام کے پھیلنے کی رفتار کا مطالعہ کرے وہ اس چیز کو نہایت بین پائے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

قل ما سئلتکم من اجر فھو لکم

(سورہ السبا نمبر ۳۴ آیت نمبر ۴۷)

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء کی طرح امت سے کوئی مادی یا غیر مادی اجر طلب نہیں کرتے۔ وہ تو ساری عمر یہی فرماتے جاتے ہیں کہ ان اجری الا علی اللہ السبا نمبر ۴۷ نمبر ۴۶ الفرقان نمبر ۵۷ ' یوسف نمبر ۱۰۴) (یونس نمبر ۷۲ نوح ' ھود نمبر ۵۱) یہی سنت انبیاء ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ متقدم فی الاسلام ہونے کی وجہ سے بنو ہاشم عجمیوں سے افضل و اولیٰ ہیں ' بشرطیکہ ان میں شرائط خلافت پائی جائیں۔

الغرض قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے نسبی رشتہ داروں کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس لئے ان سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو حضورؐ کی تحریک میں جان و مال لٹا کر شریک ہوتے ہیں۔ وہ حزب اللہ کے مندرجہ ذیل تین اجزاء ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین قسم کے ذوی القربیٰ

۱۔ مہاجرین۔ آیت نمبر ۸

— للفقراء المھاجرین الذین اُخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اولٓئک ھم الصّٰدقون

۲۔ انصار

والذین تبوّء الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم (الحشر ۹)

۳۔ تابعین باحسان

والذین جاء و من بعد ھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان (الحشر ۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پوزیشن

یہ تینوں قسم کے لوگ ذوی القربیٰ کی تفسیر ہیں ۔ فے میں سے جو حصہ ۵؍۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے وہ کافی بڑی مقدار ہے ۔ یہ اس لئے دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی یعنی نسبی رشتہ دار بہت سے ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طبعی حقوق ہین ۔ ان کے مصارف اس حصے میں سے نکلیں گے ۔ ذی القربیٰ کا جو ۵؍۱ حصہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور نسبی رشتہ داروں کے لئے نہیں ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ تو یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی یا پانچواں حصہ بھی کبھی پورا وصول نہیں کرتے بلکہ ازواج مطہرات اور قریبی رشتہ داروں کے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ رقم پھر یتامیٰ اور مساکین کے حصے میں لوٹا دیتے ہیں ۔ اس کے بعد یہ خیال بنانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵؍۱ حصہ اپنے ذاتی نام سے اور ۵؍۱ حصہ اپنے ذی القربیٰ کے نام سے لیتے ہیں یہ اس پرانی سرمایہ دارانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے شہنشاہیت پیدا کرنا چاہتے تھے ۔ اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم میں چند آدمی اس خیال کے ضرور پیدا ہو گئے تھے مگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ان کو کامیاب ہونے نہیں دیا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسلی حق جس کے بعض بنی ہاشم مدعی تھے قائم نہ ہو سکا ۔ یہ اسلامی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا شرف ہے ۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بہت بڑی عزت کے مستحق ہیں اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ بعض بنی ہاشم کی پالیسی چل جاتی تو ساری دنیا یہی کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کر کے اپنے خاندان کے لئے چند روزہ شہنشاہی پیدا کر لی ۔

حضرت ابوبکرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

بعض بنی ہاشم نے بہت عقلمندی سے اپنی اس رائے کی رہنمائی کے لئے حضرت فاطمہ الزہراؓ کو انتخاب کیا اور انہیں میراث کا مدعی بنا کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھیجا

حضرت ابوبکرؓ نے نہایت سختی سے انکار کر دیا ۔ اور کہا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کو نفقہ دیتے تھے میں بھی دیتا رہوں گا اس سے زیادہ تمہارا کوئی حق قائم نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکرؓ کی عقلمندی اور استقامت نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچا لیا ۔ بعض بنو ہاشم کے اتباع اسے اچھا نہیں سمجھتے مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ روپیہ کیوں نہیں کماتے ؟

یتامیٰ کے لئے روپے کی ضرورت

(۳) یتامیٰ ۔ جو لوگ جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوں ان کے بچوں کی کفالت اور تربیت کے لئے علیحدہ محکمہ قائم کرنا ضروری ہے ۔

مساکین کے لئے روپے کی ضرورت

(۴) مساکین ۔ اسباب و موانع کی وجہ سے جو لوگ کامیاب نہ ہو سکیں انہیں اتنی مدد دی جائے کہ وہ اپنے پیشے اور کام کے آلات فراہم کر کے اپنا کام جاری کر سکیں ۔ ایک کاریگر کے پاس اپنے کام کرنے کے اوزار نہ ہوں تو وہ ضائع ہو جائے گا اسے اس فنڈ سے روپیہ دینا جائز ہے ۔ اس کے بعد وہ قوم کا ایک مفید فرد بن جائے گا۔

ابن السبیل سے کیا مراد ہے؟

(۵) ابن السبیل = پراپیگنڈہ جس قدر ضروری ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں پراپیگنڈہ کرنے کے بے شمار طریقے ہیں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی خوشی سے ملنے آئیں اور سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں ان کا خرچ اس فنڈ سے ادا کیا جا سکتا ہے ۔ ایسے ہی سیاحت مسلمانوں کا عمومی فرض ہے ۔ سیروافی الارض پر بار بار تاکید کی گئی ہے ۔ جو شخص یہ فرض ادا کرنا چاہتا ہے اس کا نفقہ مسلمانوں کے ذمے ہے ۔ (السائحون والسائحات (توبہ) کیونکہ تنظیم ملت محض مردوں ہی سے نہیں ہوتی بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں سے ہوتی ہے ۔ سیاحت سے غیر مسلم اقوام کے مکائد کا بھی علم حاصل ہوتا ہے ۔ یہ اطلاعات مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہیں ۔

بعض اوقات ممالک غیر سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہو گی تاکہ ملت اسلامیہ میں اسے شائع کیا جائے ۔ حج کی تشریح اس غرض کو بہت حد تک پورا کرتی ہے ۔

کے لایکون دولتہ م بین الاغنیا منکم (تاکہ وہ تمہارے اغنیا ہی میں دست بدست منتقل نہ ہوتی رہے)

اسلام اور سرمایہ داری

پارٹی کا جو مرکزی خزانہ جمع ہو رہا ہے اگر اس میں یتیم مسکین اور ابن السبیل کو بھی وہی حق دے دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین و متوسلین کو دیا جاتا ہے تو سرمایہ داری کی ظاہرہ صورت بھی ختم ہو جائے گی ۔

سرمایہ دار لوگ اپنا تفوق جتانے کے لئے اپنی سوسائٹی علیحدہ کر لیتے ہیں ۔ یہ طریق بتدریج سرمایہ داری کے تغلب کا ذریعہ بنتا ہے ۔ جب روپیہ ان کے ہاتھوں میں علیحدہ نہیں آتا بلکہ یتیم اور مسکین کو بھی اس میں برابر کا شریک بنا دیا گیا ہے تو سرمایہ داری بنیادی طور پر اسلام میں نہیں آئے گی ۔

عادلانہ تقسیم

اس تقسیم سے فی کی دولت غربا اور مساکین میں بٹ جائے گی ۔ جو غنائم قتال کے بعد حاصل ہوں ان کا ۵/۴ حصہ مجاہدین میں تقسیم ہو گا ۔ لیکن فے کا کل مال فقراء میں تقسیم ہو گا ۔ اس طرح فقراء اور اغنیاء دونوں کے لئے آمدنی کے مستقل ابواب معین ہوں گے اور یوں حزب اللہ کا قیام تقویٰ پر رہا ۔ یعنی منصفانہ تقسیم پر (المجادلہ ۹)

اراضی فے اور حقوق کاشتکاری

فے میں جو اراضی مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گی ان مین زمین پر کاشتکاروں کے حقوق مسلم رہیں گے ۔ اس کی صورت یوں خیال کی جاتی ہے کہ "ملک میں ایک حکومت متغلب تھی اسے اس پارٹی نے شکست دے کر زمین کی حکومت کا چارج لے لیا یہ اراضی ان کاشتکاروں کے قبضے میں سے نہیں نکالی جائے گی "۔ کیونکہ وہ اس اسلامی انقلابی پارٹی سے براہ راست نہیں لڑے وہ ایک متغلب حکومت کے ماتحت تھے

۔ اس کے دباؤ سے جنگ میں شامل ہوئے تھے ۔ جب اس حکومت کو شکست ہو گئی تو انہوں نے مسلم حکومت کو اپنے اوپر اس طرح تسلیم کر لیا جس طرح پہلی متغلب حکومت کو مانتے تھے ان لوگوں کو جو زراعت پیشہ ہیں ' زراعتی حقوق سے محروم کرنا خطرناک غلطی ہو گی ۔ پس یہ زمین اپنے کاشتکاروں سمیت اس نئی حکومت کے قبضے میں آئے ں ۔ یہ گورنمنٹ کاشتکاروں سے جو حق وصول کرے گی وہ اس پارٹی کے ارکان میں تقسیم ہو گا ۔ زمین تقسیم نہیں کی جائے گی ۔ اگر یہ کاشتکار نااہل ثابت ہوں تو دوسرے کاشتکار ان کی جگہ لگا دیئے جائیں گے مگر وہ ہوں گے اسی ملک کے لوگوں میں سے ۔ اس طرح اسلامی انقلاب نے اپنے ماتحت ہوم رولر جماعتیں پیدا کر لیں ۔ اسلامی حکومت اصل میں وحدانی حکومت نہیں جیسے ایک قوم کی ہوتی ہے بلکہ وہ ایک انٹرنیشنل حکومت ہے ۔

زمین پر ملکیوں کا حق مسلم

ہر ایک ملک کی زمین سے سب سے پہلے اہل ملک فائدہ اٹھائیں گے ۔ یہ حق ملکیوں کے لئے مسلم رکھا گیا ہے مگر وہ کاشتکاری کر کے ہی فائدہ اٹھائیں گے ۔ حکومت اس پارٹی کی ہو گی جو ملک کو فتح کرے گی ۔ ملکیوں میں سے جو لوگ اس پارٹی میں شامل ہوتے جائیں گے وہ حکومت میں حصہ لے سکیں گے ۔ اس طرح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ کاشتکار اسلام قبول کر کے اپنے ملک کے پورے مالک بن جائیں گے

اسلام کو ان لوگوں کی اصلاح پیش نظر ہے ان کی اراضی پر قبضہ کر کے کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود نہیں ہے ۔ ان کے ملک میں ایک غلط نظام حکومت کرتا تھا ۔ اسے توڑ کر صحیح نظام پر چلنے کی آسانیاں بہم پہنچا دیں ۔

اراضی کی کاشت سے دو حصے حاصل ہوں گے ۔

(ا) ایک حصہ پیداوار کاشتکاروں کے قبضے میں جائے گا اس سے حکومت کو کوئی تعلق نہیں ہو گا اور کاشتکاروں سے زمین چھین کر دوسرے ملک کے کاشتکاروں کو نہیں دی جائے گی ۔ جب تک وہ حکومت کا حق ادا کرتے رہیں ان کی اراضی ان کے قبضے میں رہیں گی ۔ خود اس ملک کے دوسرے کاشتکاروں کو بھی ان کی اراضی چھین کر

نہیں دی جائے گی۔

(۲) پیداوار کا دوسرا بڑا حصہ حکومت کے خزانے میں جائے گا۔ ہماری فقہی اصطلاح میں اس کا نام "خراج" ہے۔ اس کی کوئی مقدار معین نہیں کی گئی۔ یہ کاشت کار اور حکومت کے درمیان مصالحت سے طے ہو سکتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (ا) جنس میں ادا کرنا اسے "مقاسمہ" کہتے ہیں ..... (۲) نقدی کی صورت میں ادا کرنا اسے "خراج موظف" کہتے ہیں۔

خراج کا مصرف

خراج سے جو آمدنی سرکاری خزانے کو ہو گی وہ عام مسلمانوں کے فوائد میں استعمال کی جائے گی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ کسی خاص شخص کا کوئی حق نہیں مانا جائے گا۔ یہ فقہ حنفی کے عام مسائل ہیں جو ممالک اسلامیہ میں معمول بہ ہیں۔ جس پارٹی نے اپنا خون دے کر انقلاب برپا کیا ہے اسے زندہ رکھنے کے لئے اسے روٹی دینا ضروری ہے۔ اس لئے یہ اس کا حصہ ہو گا۔

حضرت عمرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

جب عراق کی اراضی فتح ہوئیں تو وہاں کسریٰ کی حکومت متغلب تھی اور ملکی کاشتکار ہی اراضی کی مالک تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ سوال اٹھایا کہ یہ زمینیں ہمیں تقسیم کر دی جائیں۔ سیدنا عمرؓ نے نہایت دور اندیشی سے کام لے کر مجاہدین کا یہ مطالبہ منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی رائے تھی کہ ان زمینوں کی آمدنی مسلمانوں کی فوجی قوت اور سلطنت کا نظام قائم رکھنے والی طاقت کے لئے وقف کر دی جائے تاکہ انقلاب کو اور آگے بڑھا سکیں۔۔ مگر جن لوگوں کا مطالبہ تھا وہ راضی نہ ہوتے تھے اس پر بارہ ماہ برابر جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر حضرت عمرؓ کو یہ آیت (الحشر۷) یاد آئی ' سیدنا عمرؓ نے اس سے یہ استدلال کیا کہ یہ چیز تو سارے مسلمانوں کی ہے فقط مجاہدین کی نہیں ہے اس لئے تقسیم کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اس تشریح پر سب متفق ہو گئے۔

درس و اعتبار

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مفتوحہ زمینیں شخصی ملکیت میں نہیں دی جا سکتیں اور یہاں سرمایہ داری ذبح ہوتی ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کی رائے

یہ مسئلہ شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کی اساس ہے انہوں نے "ازالہ الخفاء" میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے شاہ صاحبؒ نے اس رسالے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا جو مذہب لکھا ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ کی یہ رائے بتائی ہے کہ یہ زمین قابل تقسیم ماننی چاہئے۔ یہ عربی نیشنلزم ہے وہ عرب نیشن ہی کو ساری دنیا پر غالب بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمام ممالک پر عربوں کا مستقل قبضہ ہو اور وہی ساری دنیا کے جاگیرداری کے اصول پر مالک مان لئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ملک فتح کیا ہے۔ کیا یہ وہی شہنشاہی نہ ہوئی جو قیصرو کسریٰ کی تھی اور جسے برباد کرنے کے لئے قرآن آیا؟ مگر شاہ صاحب حضرت امام شافعیؒ کے اس فکر کا نہایت عقلمندی مگر نہایت شدت سے رد کرتے ہیں اور یہاں سے ان کی قوت اجتہاد کا اندازہ ہوتا ہے۔

ائمہ احناف کی رائے اور شاہ ولی اللہ

اتفاق کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ امام شافعیؒ کے موافق نہیں ہیں۔ شاہ صاحب ان کی طرف داری کرتے ہیں۔ ہندوستان کی ساری اسلامی سلطنت کی بنیاد اسی اصول پر رکھی گئی تھی۔ ہندوستان کی تمام زمینیں خراجی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تقسیم شخصی نہیں ہو سکتی۔ مگر پچھلے بادشاہوں نے اپنی کمزوری کے سبب سے اس اصول کو توڑ دیا اس لئے ان کی سلطنتیں برباد ہو گئیں۔

کیا اکراہ فی الدین جائز نہیں؟

اسلام ایک انقلاب لاتا ہے۔ اس کی انقلابی پارٹی اپنی ڈکٹیٹرشپ پیدا کرنے کے لئے لڑتی ہے۔ ہم اسے اعلانیہ قبول کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے قانون کی اتنی بھی

عزت نہیں کر سکتے کہ اس کے جبری غلبے کے حامی ہوں تو پھر ہمارے انقلاب کی کامیابی معلوم! قرآنی قانون کے ماتحت جو غلبہ حاصل ہو گا قرآن اسے جبر قرار نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے لااکراہ فی الدین ' قد تبتین الرشد من الغی۔ البقرہ ۲۵۶) اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہؒ نے یہ کیا ہے کہ قد تبین الرشد کو لااکراہ کی علّت بنایا ہے یعنی چونکہ قرآنی ہدایت اس کی مخالف قوتوں کی گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے اس لئے تھوڑے سے جبر کو جبر نہیں کہنا چاہیئے۔ کیا انسانوں کو تباہی کے منہ میں دے دیا جائے اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ جبر کر رہے ہیں؟ جب غلامی طبیعتوں میں راسخ ہو جائے تو آزادی ان کو جبراً ہی دینی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر ربٰو (سود) کو جبراً بند کرنے کا حکم بھی ملا دیا جائے تو یہ دو حکم سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

فلسفہ ولی اللہ اور انقلاب

اسلام کا یہ وہ انقلاب ہے جسے حضرت شاہ صاحبؒ کا فلسفہ اپنا اساس قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ انسان کی تمام ضرورتیں تسلیم کرتا ہے۔ مثلاً خداشناسی اور رشتہ داروں کے حقوق کو انسانی فطرت کے مطابق تسلیم کرتا ہے مگر اموال میں یہ انقلاب تمام دنیا میں عدل کو جاری کرنا چاہتا ہے ہم اس فلسفے کو اساس بنا کر تمام دنیا کو مسلمان بنا سکتے ہیں۔ ایک حصہ تو اس تحریک کو ظاہراً اور باطناً قبول کرے گا۔ اور باقی ہمارا دوست ہو جائے گا۔ اور پھر وہی مسلم اور ذمی کی تقسیم ہو کر اسلام آج کے زمانے میں بھی غالب آ سکتا ہے۔ (وما ذلک علی اللہ بعزیز)

آیت نمبر ۸۔ للفقرآء المھاجرین الذین اخرجو من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا و ینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصدقون۔

آیت نمبر ۹۔ والذین تبواء الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجتہ مما اوتو ویوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصتہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ○

آیت نمبر ۱۰۔ والذین جاوٗ من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا با الایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنو ربنا انک رؤف رحیم ○

ذوی القربیٰ کی صحیح تفسیر

مذکورہ بالا یہ تینوں آیات ذوی القربیٰ کی صحیح تفسیر ہیں ـــ یعنی رسالت کے قریبی رشتہ دار یہ لوگ ہیں ۔ تیسری شق (والذین جاء و من بعد ھم) میں قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں ۔ الفقراء ' المھاجرین اور الذین تبوء الدار والایمان یہ انقلاب کی مرکزی طاقت ہے ۔ انہیں کسی اور جگہ السابقون الاولون من المھاجرین والانصار (التوبہ ! ۱۰۰) سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

انقلاب اور اسلام کا لزوم

اگر یہ ہماری سمجھ صحیح ہے کہ قرآن حکیم ایک انقلابی پروگرام دیتا ہے تو پھر اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں ہے کہ مسلمان کسی زمانے میں بھی انقلاب سے غافل نہیں ہو سکتے اور قرآن کے انقلابی نظریات کو چھوڑنے والے مسلمان قرآن حکیم کے حامل نہیں کہلا سکتے بلکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پس افتادہ حصے ہی بن سکتے ہیں ' مگر قرآن حکیم کی تحریک کو آگے چلانے والے لوگوں میں ان لوگوں کا ہرگز شمار نہیں ہو سکتا جبکہ وہ قرآن کے انقلاب کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اسے چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔

مجددین اور انقلاب

جو لوگ ہر صدی میں نیا انقلابی نظام لائیں گے وہ اسلامی زبان میں مجددین کہلاتے ہیں ۔ الف ثانی کی تجدید ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی ؒ سے شروع ہوئی اور امام ولی اللہ نے اسے مکمل کیا ۔ ہندو پاکستان کے لئے یہی ایک نظام ہے جس میں وہ اسلام قائم رکھ سکتا ہے اور جس پر چل کر وہ اپنی حکومت پیدا کر سکتا ہے ۔ مگر سیاسی فکر کی کمزوری کی وجہ سے لوگوں نے امام الہند ولی اللہ دہلوی ؒ کی حکمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ۔ اگرچہ یہ لوگ شاہ صاحب کی علمی تحقیقات کو اول درجے پر مانتے رہے مگر وہ شاہ صاحب ؒ کے انقلابی کارناموں پر متنبہ نہیں ہوئے ۔ اب اگر ان کو نئے سرے سے تنبہ پیدا کر دیا جائے تو یقین ہے کہ وہ فائدہ حاصل کرنے میں کوتاہ

مہاجرین کا حصہ فے میں

للفقراء المھاجرین ۔ یہ ذوی القربیٰ کا پہلا حصہ ہیں یہ قریش کے محتاج لوگ ہیں جنہوں نے تحریک اسلام کی خاطر گھربار چھوڑا اور عسرت و فقیری قبول کی جو لوگ مکہ معظمہ چھوڑ کر آنا چاہتے تھے اہل مکہ ان کو روپیہ پیسہ ساتھ لے جانے نہیں دیتے تھے ۔ مہاجرین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے خالی ہاتھ جانا منظور کیا اس سے وہ محتاج ہو گئے ۔ اسلامی انقلاب کی یہ سب سے پہلی مرکزی طاقت ہے ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت رسالت ذوی القربیٰ ہیں ۔ یہاں ان کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں ۔

فضل اور رضوان

(ا) یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا ۔ وہ اللہ کا فضل چاہتے ہیں وہ معمولی ضرورتوں پر اکتفاء کرنے پر صبر نہیں کرتے ؟ وہ دنیا میں (اور اس نتیجے کے طور پر آخرت میں بھی) بلند مرتبے پر بیٹھنا چاہتے ہیں ۔ وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں یعنی اللہ کا قانون دنیا میں نافذ کرنے پر مسرور ہیں ۔ اگر وہ اپنے وطن میں اس قانون کو حاکم نہیں بنا سکتے تو ایسی جگہ کو بھاگ جاتے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ یہ کام کر سکتے ہیں مگر رضا ان کی اس میں ہے کہ قانون الٰہی دنیا میں سربلند ہو ۔

نصرت

و ینصرون اللہ و رسولہ ۔ وہ اللہ اور رسول کے دئے ہوئے قانون کی نصرت کو اپنا مقصد حیات بناتے ہیں ۔

او لئک ھم الصادقون ۔ یہ سچے لوگ ہیں یہ اپنے ایمان کے مطابق .... کام کر کے دکھاتے ہیں اس لئے سچے ہیں ۔ ایمان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اسے عمل میں لا کر دکھایا جائے ۔ یہ لوگ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے واسطے نمونہ ہیں ۔

والذین تبوء الدار والایمان .... الآیہ ۔ (وہ لوگ جنہوں نے گھر بنا لیا دارالاسلام میں اور گھر بنا لیا ایمان میں ...)

دار الاسلام مدینہ منورہ

تبوء الدار ۔ اللہ کے ہاں مدینہ دارلاسلام تھا ۔ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ مسلمانوں کا مرکز بن کر کام کرے ۔ وہ اس زمین پر گھر بنا کر بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے دوسرے لوگوں (مہاجرین) کو دعوت دی کہ آ جاؤ ۔

محبت مہاجرین کا نتیجہ

یحبون من ھاجر الیھم ۔ جو لوگ اسلامی مرکز کے لئے ان کے ہاں آتے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں ان کو اپنے اموال املاک میں شریک بناتے ہیں ۔

سرمایہ پرستی سے نفرت

ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتو .... ان لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے اس کی طرف اپنے دل میں کوئی حاجت نہیں پاتے یعنی روپے پیسے کو اپنی حاجت کے لئے خزانہ بنا کر نہیں رکھتے یہ ہے اصل میں سرمایہ پرستی کی پوری ضد ۔

ویوء ثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصا

اگرچہ خود بھوک میں مبتلا ہوں مگر پھر بھی وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں

ومن یوق شح نفسہ فاو لئک ھم المفلحون ○

اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ مال و دولت کے طمع سے اپنے نفسوں کو پاک کر لیں وہ اپنی علمی و ایمانی تحریکوں کو کامیاب بنا لیتے ہیں ۔ بعض اوقات ایک صحیح تحریک محض اس لئے ناکام ہو جاتی ہے کہ اس کے کارکن مال و دولت کو اس تحریک سے زیادہ محبوب سمجھنے لگتے ہیں ۔ یہ مرکزی کمیٹی کا دوسرا حصہ تھا قریش کے سوا جتنی قومیں اسلام کی خدمت میں پہلے دن شریک ہوئیں وہ سب انصار میں شامل ہیں اور مدینہ طیبہ کے لوگ ان کا مرکز ہیں ۔

انصار اور مہاجرین کا درجہ

(تبرواء) الایمان ۔ قرآن اور سنت کا علم جب مخاصمات و مقاتلات سے مجرد کر کے دیکھا جائے ایمان کہلاتا ہے ۔ لیکن اس میں مخاصمات اور مقاتلات کی نفی مقصود

نہیں ہے بلکہ اس علم کا استقرار و تمکن مقصود اصلی ہے چاہے اس کے لئے مقاتلہ کرنا پڑے یا مقاتلے کا انتظار کرنا پڑے۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص قتل کرنا چاہتا ہے مصلحت وقتی کے لحاظ سے چند دن ترک قتال پر صبر نہیں کر سکتا وہ لزوم قتال کے وقت صبر کے ساتھ لڑ بھی نہ سکے گا۔ اصل میں مسلمان کے اندر یَقتُلون اور یُقتَلُون دونوں کا عزم بالجزم ہونا ضروری ہے اس کے تمام اعمال اسی عزم بالجزم کے اندر ہوں۔ انصار کا وطن قبل ہجرت ہی علم القرآن کا مرکز بن چکا تھا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو وہاں تعلیم اسلام کے لئے بھیج چکے تھے۔ ان لوگوں نے حفاظت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کی تو اس کے عوض فقط یہ طلب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑیں گے نہیں۔ گویا انصار نے مہاجرین کو اول درجے پر اور اپنے آپ کو دوم درجے پر رکھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا شہر مہاجرین کی مدد ہی سے مرکز اسلام بن سکتا ہے۔ مدینہ منورہ پہلے فقط علمی مرکز تھا جب مہاجرین آ گئے تو وہ سیاسی اور دینی دونوں قسم کا مرکز بن گیا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم مانا اور جو لوگ بعد میں آئے انہوں نے مہاجرین اور انصار کے مجموعے کو اپنے پر مقدم کیا۔

اب تیسری جماعت آتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ پیدا ہوتی رہے گی۔

نمبر ۱۰۔ والذین جاء و من بعد ھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنو ربنا انک رءوف رحیم ○

ترجمہ! اور ان کے لئے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے (اور) دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان .... بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمانداروں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہو۔ اے رب ہمارے بے شک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

انصار و مہاجرین کیلئے استغفار کا مطلب

والذین جاء و من بعد ھم یقولون ربنا غفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اور پہلے بھائیوں کو جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی بخش دے یعنی ہم سے اور ان سے جو غلطیاں ہوئیں وہ معاف فرما دے۔ الذین سبقونا بالایمان یہی مہاجرین اور انصار ہیں۔ بعد میں آنے والے لوگ سابقین کی غلطیوں پر تنقید کرنا اپنا فرض قرار نہیں دیتے بلکہ اپنا فرض یہ قرار دیتے ہیں کہ ان کی خوبیوں میں شریک ہوں۔

جو شخص ان لوگوں کو اپنا مقتدا بنائے جو نبی نہ ہوں اور وہ شخص خود بھی صاحب رائے اور صاحب فکر ہو اسے ان مقتداؤں کے بعض اعمال و افعال میں گنجائش مقال مل سکتی ہے۔ اس صورت میں وہ ان کے اقتداء کو تسلیم کرتا ہے مگر ساتھ ہی ان کے لئے ان غلطیوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے اگر وہ ان غلطیوں سے چشم پوشی نہ کرے تو پھر ان کا اقتداء نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان غلطیوں کو غلطیاں سمجھتا ہے اور ان کا ان غلطیوں میں اقتداء نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ان مقتداؤں کو چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ (ان غلطیوں کو چھوڑ کر اور بہت سی باتوں میں قابل اقتداء ہیں اس لئے وہ ان کے لئے بھی اور اپنے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہے۔

انقلاب کے اجزاء ثلاثہ

انقلاب کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) نصب العین (۲) پروگرام (۳) مرکزی کمیٹی

(۱) اسلام کا نصب العین تو یہ ہے۔ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (الفتح۔ ۲۸)

(۲) اسلام کا پروگرام قرآن حکیم ہے

(۳) اس کی مرکزی کمیٹی السابقون الاولون من مہاجرین والانصار (التوبہ۔ ۱۰۰) کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر اور معتمدین تھے اور بعد میں ان کی جگہ جو کمیٹی کام کرے گی الذین اتبعوھم باحسان اس کے لئے انہی کا طرز عمل انقلاب میں قابل اقتداء ہو گا۔

انقلاب میں دھوکا

ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنو ۔ ایمان والوں کے لئے ہمارے دلوں پر کوئی کھوٹ پیدا نہ ہونے لگے ۔ ہم ان کو دھوکا نہ دیں کہ نام تو لیں قرآنی انقلاب کا اور جمع کرنے لگیں سرمایہ ۔ اور قوموں پر حاصل کریں تغلب جو ان سابقین بالایمان نے نہیں کیا ۔ سرمایہ پرستی اور ملوکیت کی شکل پیدا کرنے کے سامان اسلام کے نام سے جمع کرنا کھوٹ اور دھوکا دغل ہے لوگ ہم پر اعتماد تو اس لئے کرتے ہیں کہ ہم اسلام کو اصلی شکل میں قائم کرکے دکھائیں گے اور ہم ان کو دھوکا دے کر اپنی شہنشاہیت قائم کرلیں خدا کرے ایسا نہ ہو ۔

مال فے کی تقسیم کا سبب

ان کو یہ روپیہ کیوں دیا گیا ؟ یعنی ساری قوم یا ساری پارٹی میں یہ روپیہ کیوں تقسیم کیا گیا ہے ؟ اس کی غرض یہ ہے کہ اس پارٹی کو فکر معاش سے بے فکر کرنا مقصود ہے تاکہ وہ اپنے مخالفوں کے مقابلے کے لئے مضبوطی کے ساتھ تیار ہو جائے اس کے مخالفین اسلام کے خلاف جو بین الاقوامی پروگرام بناتے ہیں پارٹی ان سب کا مطالعہ کرتی رہے اور اپنی اور اپنے پروگرام کے تحفظ کے لئے اور اسباب فراہم کرتی رہے اور دشمنوں کے مقابلے میں بین الاقوامی نظام پیدا کرے ۔ اب یہ پارٹی دوسری قوموں کو اپنا ہم خیال بنا کر انصار کی جماعت میں شامل کرے گی اور اس سرمایہ کی مدد سے اپنا کام مستقل طور پر جاری رکھے گی ۔

نمبر۱۱ ۔ الم تر الی الذین نافقو یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا و ان قوتلتم ... لننصرنکم واللہ یشھد انھم لکذبون ○

قرآن کے خلاف بین الاقوامی محاذ

کیا آپ نے نہیں دیکھا ان منافقوں کو جو اہل کتاب کے کافروں یعنی یہودیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے ۔ اور تمہارے بارے میں کسی کا حکم نہیں مانیں گے ۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم

تمہیں مدد دیں گے (اس طرح یہ مسلمانوں کے خلاف ایک بین الاقوامی محاذ پیدا کر رہے ہیں) مگر اللہ اس بات کو صاف طور پر کہہ دینا چاہتا ہے کہ یہ لوگ (منافقین) جھوٹ بولتے ہیں

منافق کون ہے؟

حزب اللہ کی تنظیم ہو جانے کے بعد وہ لوگ جو اس کے نظریات کے موافق نہیں ہیں وہ منافق ہیں یہ چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم کو سیاسی قوت حاصل نہ ہو۔

نمبر ۱۲۔ لئن اُخرجوا لا یخرجون معھم و لئن قوتلوا لا ینصرونھم و لئن نصروھم لیولن الادبار ثم لا ینصرون ○

دو پیشگوئیاں

اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔اگر اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر مدد میں آ بھی کھڑے ہوں گے۔ تو وقت پر پیٹھ دکھائیں گے۔ پھر ان (منافقین) پر جو تکلیفیں آئیں گی ان پر ان (منافقین) کو کوئی مدد نہ دے گا۔

نمبر ۱۳۔ لا انتم اشد رھبتہ فی صدورھم من اللہ ط ذلک بانھم قوم لا یفقھون ○

مضبوط مسلح جماعت کی ضرورت

البتہ تمہارا خوف ان کے دلوں میں (اللہ کے خوف) سے زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ نہیں سمجھتے۔۔

یہ لوگ قانون کی اس وقت تک عزت نہیں کرتے جب تک ان کو کوئی دھمکانے والا نظر نہ آئے۔ یہ لوگ قرآن حکیم کی حکومت کا انتظار کرنے کی خاطر یہودیوں سے اتصال کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تمہارے خلاف خدا کا حکم بھی آیا تو ہم اسے بھی قبول نہ کریں گے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ ان کے

دلوں میں خدا کے قانون کی کتنی وقعت ہے ۔ اس لئے مسلمانوں کی ایک بہت مضبوط جماعت قرآن حکیم کی حمایت کے لئے ہر وقت تیار رہنی چاہیئے جو ان لوگوں کو اس قرآنی قانون کے احترام پر مجبور کر سکے ۔ آیت نمبر ۱۴ ۔ لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنۃ او من وراء جدر باسھم بینھم شدید ط تحسبھم جمیعاً و قلوبھم شتیٰ ط ذلک بانھم قوم لا یعقلون ○

انقلاب اور جمود کا فرق

ان کی بے سمجھی کی یہ دلیل کافی ہے کہ وہ آپس میں بھی متفق نہیں ہو سکتے ۔ اس لئے وہ ایک انقلابی سوسائٹی کے قانون کا اصلی طاقت میں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے ۔ انقلابی سوسائٹی کا قانون اس کے ہر ایک فرد کو ہر وقت حرکت دے سکتا ہے اور ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ یہ قلعہ دار گاؤں یا دیوار کی آڑ کے سوا تم سے کہیں اکٹھے ہو کر لڑ بھی نہیں سکتے ان میں آپس میں سخت دشمنی ہے ۔

(ہماری اس طبیعت کی بھی کبھی یہی حالت تھی ہم بھی اپنے فرقے کے سوا مسلمانوں کے کسی فرقے سے محبت نہیں رکھتے تھے ۔ جب سے ہمیں انقلاب کی حقیقت سمجھ میں آئی ہے اس روز سے ہم اپنے میں یہ وسعت پاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے فرقے والے ہمارے ساتھ انقلاب میں شریک ہو جائیں تو ہم ان پر پورا اعتماد کر سکتے ہیں ۔ ہم یہود کی اس حالت کا حل یوں کرتے ہیں کہ وہ تورات کی انقلابی روح کو بھول چکے تھے ۔ اب ہم مسلمانوں میں بھی بے تکلف دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جس حصے نے انقلاب بھلا دیا ہے اس کی حالت بھی اچھی نہیں رہی)

یہود کا ایک عیب

ذلک بانھم قوم لا یعقلون ○ انہوں نے عقلی مسائل میں آزادی سے غور کرنا چھوڑ دیا ہے ۔ وہ جذبات اور اغراض کو سامنے رکھ کر عقلی قانون گھڑتے ہیں ۔ وہ حقیقت میں عقلی قانون نہیں ہوتے ۔ وہ فرضیات ہیں ۔ عقلی قانون وہ ہیں جو تمام

انسانی نوع کے لئے یکساں کام دیں۔

آیت نمبر۱۵۔ کمثل الذین من قبلھم قریبا ذاقو وبال امرھم و لھم عذاب الیم ○

یہود کے متعلق ایک پیشگوئی

یہ لوگ (یہودی) اس طرح شکست کھائیں گے جیسے ان سے پہلے عنقریب شکست کھا چکے ہیں (یعنی قریش) اور ان کو درد ناک عذاب ملے گا۔ یہ بہت تکلیفیں اٹھائیں گے یہ جلا وطن کر دئے جائیں گے۔ ان کو مذہبی زندگی کے بغیر سکون نصیب نہ ہو گا۔ مگر کہیں (بغیر کسی تعاون کے) اپنے مذہبی نام سے گھر نہ بنا سکیں گے۔ اس طرح دو گونہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔۔

آیت نمبر۱۶۔ کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفرج فلما کفر قال انی بری ء منک انی اخاف اللہ رب العالمین ○

منافقین کی تمثیل

یہ منافق یہودیوں کو جو لڑنے پر اکسا رہے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کسی سے کہے کہ کفر کر اور جب وہ کفر کر گزرے تو اس سے کہے بھائی میں تو تیرا ساتھ نہیں دے سکتا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

آیت نمبر۱۷۔ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا ط و ذالک جزاء الظالمین

ان دونوں کی سزا یہ ہے کہ دونوں آتش جہنم میں جائیں گے ظالموں کی سزا یہی ہے۔ ظلم کرنے والا اور ظلم میں مدد کرنے والا دونوں ایک ہی درجے کے مجرم مانے جاتے ہیں۔

حزب اللہ کی زندگی کی دوسری منزل

یہودیوں اور منافقوں کی طرف سے مخالفت و مخاصمت مشکلات کا پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرا مرحلہ جو کل کو پیش آنے والا ہے اور اس سے بھی زیادہ سخت ہے وہ کسریٰ و

قیصر کا مقابلہ ہے ۔ اس لئے مسلمانوں کو محض انقلابی کام کے لئے وقف ہو جانا چاہیئے ۔ یہ آمدنی جس کی تقسیم اوپر (آیت نمبر ۷) بیان کی جا چکی ہے اس تیاری میں بہت مدد دے گی ۔

اب دوسرے حصے پر بحث ہوتی ہے

آیت نمبر ۱۸ ۔ یا ایھا الذین امنو اتقواللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد ج واتقو اللہ ط ان اللہ خبیر بما تعملون ○

بین الاقوامی سرداری

مسلمانو ! اللہ کے نام سے انصاف کا قانون دنیا میں جاری کرو ۔ ہر ایک انسان اس امر پر غور کرتا رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا چیز تیار کرنی ہے ۔اور اللہ کے نام پر انصاف جاری کرنیکا کام زیادہ زور سے کرو ۔ اللہ تمہارے کاموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے ۔

یعنی جس قدر زور دار کام ہونا چاہیئے وہ زور ابھی پیدا نہیں ہوا تم انصاف کو نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کرو ورنہ اقوام کی سرداری تمہیں نہیں مل سکے گی ۔ تمہیں اپنی قوم کی سرداری کے لئے جتنا انصاف پسند ہونا چاہیئے اقوام کی سرداری کے لئے اس سے کہیں زیادہ انصاف پسندی کو ترقی دینا ضروری ہے ۔

آیت نمبر ۱۹ ۔ ولا تکونو کالذین نسو اللہ فانسھم انفسھم ط اولئک ھم الفسقون ○

اللہ کو بھولنے کا نتیجہ

تم ان لوگوں کی مثل نہ بن جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا ۔

یعنی اللہ کے جس قانون کو مانتے تھے اس کے (احترام پر اپنی جان و مال قربان کرنے سے جی چرانے لگے) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے اپنے نفس بھلا دئے (یعنی اللہ نے ان کو اپنے ذاتی کمالات سے اندھا کر دیا ۔ ان کے اندر جو طاقت تھی وہ معطل ہو گئی وہ احساس کمتری (Inferiority Complex) میں اس

قدر مبتلا ہو گئے کہ وہ سمجھنے لگے کہ ہم کچھ
نہیں کر سکتے ۔ حالانکہ ان کے مخالف ان سے زیادہ قوت نہیں رکھتے ۔ وہ کر سکتے ہیں
تو یہ کیوں نہیں کر سکتے مگر خدا نے ان کو پہلے جرم کی سزا میں ان سے اعتماد علی النفس
چھین لیا) اولئک ھم الفسقون ○

فاسق اور کافر میں فرق

یہ لوگ بدمعاش ہیں ----
(جو لوگ قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں وہ تو کافر ہیں اور جو قانون کو
تسلیم کر کے اسے نہ چلائیں بلکہ قانون شکنی کی عادت بنا لیں وہ فاسق ہیں بدمعاش ہیں
کبھی کبھار غلطی سے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے انسان فاسق نہیں بن جاتا) ۔

اللہ کی یاد کا فائدہ

نسو اللہ ۔ کتاب اللہ کے موافق عمل کرنا بھول گئے ۔ قانون شکنی کرتے کرتے
قانون الٰہی کو بھلا ہی بیٹھے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے اللہ کی کتاب کی ادنیٰ
برکت یہ ہے کہ وہ ایسے افکار سکھاتی ہے جن پر انسانیت مجتمع ہو سکتی ہے ۔ انسان اگر
کتاب اللہ کو یاد رکھے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے تو وہ اجتماعی بن جاتا ہے ۔
لیکن جب اسے بھلا دے تو وہ اپنی اجتماعیت بھی بھول جاتا ہے اور انفرادیت پسند
(Individualist) بن کر رہ جاتا ہے ۔ اسی حالت میں اس کی زندگی کا معیار کذب
و خیانت بن جاتے ہیں ۔

بزدلی کس طرح پیدا ہوتی ہے

فانسھم ۔ خدا ان کو اپنی ذاتی قوتوں سے غافل کر دیتا ہے ۔ وہ اجتماعی قوت سے
کام کر سکتے تھے لیکن اس کے متعلق خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے
کیونکہ اب وہ انفرادی الخیال (Individual minded) بن چکے ہیں ۔اجتماعیت کا

خیال ان کے دلوں سے نکل چکا ہے اس لئے وہ کسی اجتماعی کام کے کرنے کا اپنے اندر یقین ہی نہیں پاتے۔

انہوں نے اجتماعیت کو چھوڑا تو انفرادی الخیال ہو گئے اس کے بعد رفتہ رفتہ ان میں احساس کمتری (Inferiority Complex) پیدا ہو گیا جو انفرادیت پسندی (Individualism) کا لازمی نتیجہ ہے۔ اب ان کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں گزرتا کہ ہم بھی کوئی کام اجتماعی قوت سے کر سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۰۔ لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ ط اصحاب الجنۃ ھم الفائزون ٥

مسلسل کام کرنیوالے اصحاب جنت ہیں

اصحاب الجنۃ وہ لوگ ہیں جو صحیح قانون کو صحیح طور پر جاری کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہ لوگ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں مسلسل کوشش جاری رکھنے کے بعد حق پرست جماعت کے لئے ناکامی کا تصور ہی باطل ہو جاتا ہے۔ عارضی شکستیں جن کا دفاع ہو سکتا ہے پیش آ سکتی ہیں۔ مگر یہ جماعت دوسرا پہلو بدل کر ان کا بدلہ لے سکتی ہے اس لئے ان کو شکست نہیں مانا جاتا۔ اور نہ اس قسم کی عارضی شکستوں (Reverses) سے دل ٹوٹنا چاہئے۔ ایسے لوگ ہی جنت کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ فوز و کامرانی جماعت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

آیت نمبر ۲۱۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ و تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ○

قرآنی انقلاب کی راہ میں دو پہاڑ

فوز حاصل کرنے کے لئے یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے قرآن حکیم وہ عظیم الشان انقلابی قوت ہے کہ اس کے آگے موانع کے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ موانع دو قسم کے ہیں۔

۱۔ کسریٰ کی شہنشاہی صدیوں سے قائم ہے اور ایک پہاڑ کی مانند کھڑی ہے ادھر انقلابی جماعت بالکل بے سرو سامان ہے۔

۲۔ القدس میں بنی اسرائیل کا دینی نظام صدیوں سے قائم ہے جس کی پشت پناہی قیصر کی شہنشاہیت کر رہی ہے۔ قرآن کی نئی دینی تحریک اس سازو سامان سے عاری ہے۔

(۱) سرمایہ پرستی اور (۲) برہمنیت

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا نظام ان دونوں پر غالب آئے گا اور یہ دونوں پہاڑ پاش پاش ہو جائیں گے۔ یعنی نہ سرمایہ پرستی (Capitalism) رہے گی نہ دینی سرمایہ داری (Brahmanism) جو یہودیوں نے پیدا کر رکھی ہے یہ دونوں تحریکیں انسانیت کے لئے سخت مضر ثابت ہو چکی ہیں ان کا برباد ہو جانا لازم ہے اہل فکر اس پر غور کریں۔

آیت نمبر ۲۲۔ ھواللہ الذی لا الہ الا ھو علم الغیب وا لشھادہ ھو الرحمٰن الرحیم ○

کامیابی کا مالک صرف خدا ہے

اس تمام کامیابی کا سہرا کس کے سر باندھا جائے؟ اس کا (Credit) کسی خاص انسان کو نہیں دینا چاہیئے اس کا مستحق وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسکا قانون انسانیت واضح ہے اس لئے اپنی رحمت سے ان کامیابیوں کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔

عالم الغیب وا لشھادہ! وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت اور ان کا مستقبل اور قیصرو کسریٰ کی موجودہ حالت دونوں کا مستقبل خوب جانتا ہے ان دونوں میں جو طاقت مفید ہو گی اسے باقی رکھے گا اور دوسری کو اس مفید طاقت کے ہاتھوں پاش پاش کر دے گا

ھوالرحمٰن۔ اس کی رحمت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔

الرحیم۔ نوع انسانی پر بھی اس کی رحمت چھائی ہوئی ہے۔

قرآنی انقلاب کائنات کیلئے رحمت ہے

یہ انقلاب تمام کائنات کے لئے بھی مفید ہے اور تمام انسانیت کے لئے بھی ۔ اگر قرآنی انقلاب دنیا میں جائے گیر ہو جائے انسانیت کے لئے باعث صد ہزار رحمت ہو گا ۔ اگر انسانیت ٹھیک راستہ اختیار کرے تو اس کے ماتحت حیوانات و نباتات بھی زیادہ آرام سے رہ سکتے ہیں ۔

آیت نمبر ۲۳ ۔ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ط سبحن اللہ عما یشرکون ○

حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے

ھواللہ الذی لا الہ الا ھو ۔ معبود صرف اللہ ہی ہے ۔ قانون اسی کا چلتا ہے ۔ پس اس کے سوا کوئی بھی اس نظام میں اپنی حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty) قائم کرنے کا حق دار نہیں ہے ۔ تمام قانون چلانے والے اللہ کے نائب ہو کر کام کر سکتے ہیں ۔

الملک ۔ مُلک اسی کا مِلک اسی کی ہے ۔ اسلئے وہی مَلک ہو سکتا ہے ۔

برہمنیت کا خاتمہ کس طرح ہوا

القدوس ۔ کسی شخص کو اس نئے نظام میں مقدس مان کر اسے خدا کا قائم مقام نہیں مانا جا سکتا ورنہ وہی برہمنیت ۔۔۔ (Brahmanism) اور پاپائیت (Papaism) پیدا ہو جائیں گے جن کے استیصال کے لئے یہ نظام قائم کیا جا رہا ہے ۔ قدوس فقط ایک ہی خدا ہے ۔

قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

السلام ۔ چیزوں کو سلامتی کے ساتھ ترقی کی انتہا تک پہنچانا ' ثمرات پیدا کرنا ' تحریکوں کو کامیاب بنانا اللہ کا کام ہے ، جو السلام ہے ۔ انقلاب کے تمام نتائج پہلے ہی

دن نہیں نکل آتے ۔ بلکہ بتدریج نکلتے ہیں ۔ بعض نتائج سو سال کے بعد نکلتے ہیں اور بعض اس سے بھی بعد نکلیں گے ۔ یہ پروگرام قیام انسانیت کے خاتمے تک اپنے نتائج پیدا کرتا رہے گا ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جو سلام ہے اسے ہمیشہ سالم رکھنا چاہتا ہے ۔

تمام ادیان شروع شروع میں اچھی حالت ہی میں تھے ۔ مگر قوموں کے تداول سے مضر بن گئے مگر اسلامی تحریک کا مرکز ایسا محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہی نہیں ہو سکتی یہ خداوند تعالیٰ کے اسم السلام کا اثر ہے اس لئے یہ تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی ۔

قرآنی انقلاب کے نتائج

(۱) امن ہو جائے گا ۔ المومن ۔ اس تحریک کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ملک میں امن پیدا ہو

(۲) تحفظ ثمرہ ۔ المھیمن ۔ حصہ داروں کے حصے محفوظ رہیں گے ان کی کوششیں رائیگاں نہ جائیں گی اور وہ اپنی مساعی کے نتائج سے اس دنیا میں یا آخرت میں ضرور بہرہ اندوز ہونگے ۔

(۳) عزت ۔ العزیز ۔ اس تحریک میں کام کرنے والے عزت مند رہیں گے ۔ ان کو عزت دی جائے گی ۔

(۴) غلبہ ۔ الجبار ۔ اس تحریک میں کام کرنے والوں کو غلبہ دیا جائے گا اور وہ زبردست بنا دئے جائیں گے ۔

(۵) بڑائی ۔ المتکبر ۔ اس تحریک میں کام کرنے والے بڑے بنا دئے جائیں گے ۔

ان کا منبع صرف خدا ہے

سبحن اللہ عما یشرکون ○ یہ تمام خوبیاں جو اس تحریک میں کام کرنے والوں میں پیدا ہوں گی اور تمام فوائد جو انہیں حاصل ہوں گے ان کا منبع و مصدر ذات الہی ہی کو سمجھنا چاہئے ۔ یہ صفات اسی کا پرتو ہیں اور یہ انعامات اس کی طرف سے ہیں ۔ ان

کے عطا کرنے میں کسی انسان یا فرشتے کو شریک نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

قانون دینے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا انسانیت کے لئے خطرناک ہے اور اس کے اخلاق کو تباہ کر دینے والا فکر ہے۔ خدا کو مالک الملک مان کر پھر کسی اور کو اس کا شریک نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اسے کسی شریک کی ضرورت نہیں ہے (سبحن اللہ) ملت حنیفیہ کا قلب یہ ہے۔ لبیک! لا شریک لک لبیک! ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لا شریک لک گویا الحمد، النعمۃ اور الملک صرف خدا کے۔ ان میں اور کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۴۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ ط یسبح لہ ما فی السموت والارض ج وھو العزیز الحکیم ○

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا ٹھیک ٹھیک بنانے والا صورت دینے والا اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

کیا کوئی نیا نبی آئے گا

اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہو گا؟ کیا کوئی نیا نبی آئے گا جس کا انتظار کرنا چاہئے؟ کیا وہ عالمگیر انقلاب کے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ یہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکھاتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے تو کیا دنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی

لہ الاسماء الحسنیٰ۔ وہ اپنی صفات حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا۔ اس نظام میں کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو نظام آپ کا ہے یہ کافی ہے۔ اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی۔ اصول انسانیت قرآن حکیم میں منضبط ہو چکے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اندر انقلابات پیدا کرتی رہے گی۔ اس لئے

کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح اس انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے گا۔

نئے نظام کی خوبیاں

یسبح لہ ما فی السموت والارض وھو العزیز الحکیم ○

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور قواعد مسلمہ کے اندر کام کر رہی ہیں پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دنیا کو دیا ہے۔ اس نئے نظام کو بے عیب طور پر انسانیت دے رہا ہے اب اسی کے ذریعے سے انسانیت کو عزت حاصل ہو گی۔ کیونکہ یہ نظام حکمت پر مبنی ہے اور انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے یہ عزت و حکمت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

☆☆ (ختم شد) ☆☆